رسائل و مسائل

سعیِ بین الصفا والمروہ کی توجیہہ

جناب ملک غلام علی صاحب

سوال: آج مناسکِ حج اور حج کی اہمیت کے موضوع پر مختلف کتب کی ورق گردانی کرتے ہوئے جب مولانا صدرالدین اصلاحی صاحب کی تالیف "اسلام ایک نظر میں" کا مطالعہ شروع کیا تو اس کے بعض پیراگراف نے سخت الجھن میں ڈال دیا۔ مولانا اصلاحی صاحب اسی کتاب کے ص ۲۱۴ پر "صفا اور مروہ" کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"دونوں مقامات اللہ کی بندگی کی نشانیاں کس طرح ہیں، تو یہ معلوم کرنے کے لیے ہمیں تاریخ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، جو بتاتی ہے کہ مروہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اکلوتے فرزند کو پیشانی کے بل زمین پر لٹایا تھا تاکہ اسے اللہ کی رضا پر قربان کر دیں۔ اس لیے اسے دیکھتے ہی فطری طور پر مومن کی نگاہوں میں "بندگی" اور اسلام کی وہ تصویر پھر جاتی ہے جسے اللہ کے خلیل اور اللہ کے ذبیح نے اپنے عمل سے کھینچا تھا۔"

اس سے اگلے پیراگراف میں وہ "جمرات" کی توجیہہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ وہ مقامات ہیں کہ جہاں تک کہ حبشہ کے عیسائی حکمران 'ابرہہ' کی فوجیں کعبے کو ڈھا دینے کے ارادے سے بڑھ آئی تھیں اور پھر پتھروں سے ہلاک کر دی گئیں۔" "جمرات" کے متعلق صفحہ نمبر ۲۱۳ پر وہ لکھتے ہیں:

"اور ہر روز تینوں "جمرات" کو سات سات بار تکبیر کے ساتھ کنکریاں مارتے ہیں۔"

مزید یہ کہ مولانا اصلاحی صاحب "صفا اور مروہ" کے بارے میں ص ۱۶۸ پر بھی اسی طرح کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

محترمی مندرجہ بالا سطور میں مولانا اصلاحی صاحب کا یہ کہنا کہ "مروہ" وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اکلوتے فرزند کو زمین کے بل لٹایا تھا، سخت اُلجھن کا باعث ہے۔ ہم ابھی تک یہی پڑھتے اور سُنتے آتے ہیں کہ "صفا" اور "مروہ" دو پہاڑیاں ہیں کہ جن کے درمیان حضرت ہاجرہ نے حضرت اسماعیل کے لیے پانی کی تلاش کی غرض سے "سات مرتبہ سعی" کی تھی۔ اور آج بھی اسی سُنّت کو زندہ رکھنے کے لیے یہ عمل دہرایا جاتا ہے۔ سخت تعجب کا مقام ہے کہ مولانا صدرالدین اصلاحی صاحب جیسے بلند پایہ مصنّف سے یہاں ایک ایسی بات کے متعلق سہو ہوا ہے کہ جس کا علم ہر خاص و عام کو ہے۔ شاید انہیں علمی مغالطہ ہوا ہو۔ یا پھر حقیقت ہی یہ ہے۔ براہ کرم اصل کتاب سے پورا متن، سیاق و سباق کے ساتھ دیکھنے کے بعد رہنمائی فرمائیں کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ فرض کریں کہ اگر مولانا اصلاحی صاحب کی توجیہہ غلط ہے، تو پھر آج تک جماعت کے کسی صاحب علم نے اِس کی نشاندہی نہیں کی۔ یہ بات بھی اپنی جگہ حیرت کا باعث ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ "جمرات" پر کنکریاں مارنے کے عمل کی حکمت اور پس منظر بیان کرتے ہوئے مولانا اصلاحی صاحب کا اس واقعہ کو "ابرہہ" کے لشکر سے منسوب کرنا بھی میرے لیے اُلجھن کا باعث بنا ہوا تھا۔ بالعموم علماء تو اس کی رمز یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے شیطان کو پتھر مارے تھے اس لیے آج بھی مسلمان ان کی سنّت کو دہراتے ہیں۔ جیساکہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اپنے مشہور "خطبات بہاولپور" میں بیان کیا ہے۔ براہ کرم اس مسئلے کی علمی حقیقت کے متعلق رہنمائی فرمائیں۔

جواب:- بلاشبہ مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی نے "حج کے مراسم" پر بحث کرتے ہوئے صفا اور مروہ کے بارے میں قرآن مجید کی آیت نقل کرنے کے بعد مروہ کے شعائر اللہ میں شمار ہونے

کی وجہ یہی بیان کی ہے کہ مَروَہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے فرزند کو پیشانی کے بَل زمین پر لٹا دیا تھا۔ اس توجیہہ کو پڑھ کر پڑھنے والے کے ذہن میں وہی اشکال پیدا ہوتا ہے جو آپ نے بیان کیا ہے۔ مولانا صدرالدین صاحب کے بقول تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ مَروہ وُہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرنے کے لیے لٹایا تھا۔ تاریخ سے غالباً مولانا صدرالدین صاحب کی مُراد وہ تفصیل ہے جو مولانا حمید الدین فراہیؒ نے اپنی کتاب "الرای الصحیح فی من ھوالذبیح" میں درج فرمائی ہے۔ اِس کتاب کا اصل موضوع یہ ثابت کرنا ہے کہ جس فرزند کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ حضرت اسماعیل تھے، نہ کہ حضرت اسحٰقؑ جیساکہ محرّف بائبل میں درج کیا گیا ہے۔ بلاشبہ اپنے اساسی بحث و موضوع پر یہ کتاب قولِ فیصل ہے۔ لیکن اس میں موریا اور مروہ وغیرہ پر بحث کے دوران میں جو استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو جس جگہ قربان کرنا چاہا تھا وہ مَروَہ تھا۔ اس سے ہر قاری کا اتفاق کر لینا لازم نہیں۔ اس کے بالمقابل جو تاریخ یا تاریخی پس منظر ان شعائر اللہ کا صحابہ کرامؓ ہی سے نہیں بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث میں وارد ہے، اس سے ہم کیسے انکار یا صرفِ نظر کر سکتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف، ابواب الانبیاء میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کے مکہ معظمہ میں آنے کا وہی واقعہ بیان کرتے ہیں، جس کا ذکر آپ نے کیا ہے۔ پہلے وہ حضرت ہاجرہ کے ان پہاڑیوں کے درمیان پانی کی تلاش میں دوڑتے سات چکر کاٹنے کو بیان کرتے ہیں، پھر مَروَہ پر حضرت ہاجرہ کے پریشان و سرگردان کھڑے ہو جانے کا ذکر کرتے ہیں، پھر فرماتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذٰلک سعی الناس بَیْنَھُمَا۔	(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب لوگوں کا ان دونوں پہاڑیوں، صفا و مَروَہ کے درمیان دوڑنا اسی واقعہ کی یادگار ہے۔)

پھر اس کے بعد اس روایت میں ذکر ہے کہ وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا اور اس نے زمزم کے مقام پر اپنے پاؤں یا پروں کو زمین پر مارا اور پانی نکل آیا۔ اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

"قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، یرحم اللہ ام اسماعیل لو ترکت زمزم لکانت زمزم عینا معینا۔"

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اسماعیلؑ کی والدہ پر رحم فرمائے اگر اسماعیل کی والدہ زمزم کو اس کے حال پر چھوڑ دیتی تو ایک چشمہ جاری ہو جاتا۔ اس کے بعد حدیث میں مروی ہے کہ فرشتے نے حضرت ہاجرہؑ سے کہا کہ کسی آفت و ہلاکت کا خوف مت کرو۔ یہاں اللہ کا گھر ہوگا جسے یہ بچہ اور اس کے والد تعمیر کریں گے۔ پھر حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت بیت کا مقام اردگرد کی زمین سے اونچا اٹھا ہوا ایک ٹیلہ تھا۔ اگر ندی نالوں کی شکل میں بارش کا پانی آتا تھا تو وہ اس ٹیلے کے دائیں بائیں جانب سے گزر جاتا تھا)۔ اس کے بعد اس روایت میں قبیلہ جرہم کے یہاں آکر حضرت ہاجرہؑ کی اجازت سے آباد ہو جانے کا ذکر ہے اور یہ بیان ہے کہ حضرت ابراہیم وقتاً فوقتاً اہل و عیال کی خبر گیری کے لیے آتے جاتے رہتے تھے، اور باپ بیٹے نے احکام الٰہی کی تعمیل میں یہاں بیت اللہ کو تعمیر فرمایا۔

یہاں مزید ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر مروہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو لٹایا تھا کہ اُسے اللہ کی راہ میں قربان کر دیں تو پھر مروہ کے ساتھ صفا کو بھی شعائر اللہ میں شمار کیے جانے کی توجیہہ کیا ہوگی۔ اور دونوں کے مابین چکر کاٹنے یا دوڑنے کی کیا تاویل کی جائے گی؟ اللہ کے حکم کی بجا آوری کے لیے بھاگ دوڑ یا تگ و دو کے الفاظ محاورۃً تو ضرور استعمال ہو سکتے ہیں اگر جہاں تک قربان گاہ تک چلنے لے جانے کا تعلق ہے اس میں سات چکر لگانے اور ایک پہاڑی سے دوسری تک گھومنے کا کوئی قرینہ جب تک اس کی وضاحت نہ ہو ناقابل فہم معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح تین مقامات پر رمی جمرات کی یہ توجیہہ کہ یہ وہ مقامات ہیں جہاں تک کہ حبشہ کے عیسائی حکمران ابرہہ کی فوجیں بڑھ آئی تھیں اور پھر پتھروں سے ہلاک کر دی گئیں، یہ بات اس تصریح کے ساتھ احادیث و آثار میں کہیں نظر سے نہیں گزری۔ میرے علم کی حد تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد ایسا مروی نہیں جس میں رمی جمرات کا کوئی تاریخی پس منظر بیان کیا گیا ہو۔ البتہ حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول

مسند احمد، مجمع الزوائد، طبرانی وغیرہ میں منقول ہے کہ جمرۃ العقبہ، جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ القصویٰ پر شیطان حضرت ابراہیمؑ کے سامنے نمودار ہوا اور انہوں نے تینوں مقامات پر شیطان کو سات سات کنکریاں ماریں۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول اگرچہ حدیث مرفوع نہیں ہے مگر کتاب و سنت کی کسی نص سے معارض بھی نہیں ہے۔ لہٰذا میرے نزدیک اسے چھوڑ کر ایک نئی تاریخی توجیہ کو اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس سے بہتر اور محفوظ تر بات تو یہ ہو سکتی ہے کہ رمی جمار کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے اور غیر منصوص تاریخی پس منظر کی فکر زیادہ نہ کی جائے۔ آنحضورؐ کے ارشاد مبارک خذوا عنی مناسککم (مجھ سے حج کے مناسک اخذ کرو) کی تعمیل کے لیے یہ کافی ہے۔

اس ضمن میں میرا ایک جواب رسائل و مسائل حصہ ہفتم میں بھی موجود ہے جو "طلوع اسلام" کے ایک اعتراض کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ اور جس کا عنوان ہے: "اسوۂ ابراہیم کے ناقدین" — براہ کرم اسے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اس سوال و جواب میں سائل نے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ کا حوالہ دیا تھا کہ انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ کو حکم خداوندی سے "وادی غیر ذی زرع" میں چھوڑ دیا اور جب آپ وہاں سے چلنے لگے تو آپ کی بیوی نے پوچھا کہ آپ ہمیں یہاں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ کیا اللہ کے حکم سے ایسا کر رہے ہیں تو آپؑ نے جواب دیا ہاں...... اس واقعہ کے بارے میں "طلوع اسلام" فروری ۱۹۶۷ء میں لکھا گیا تھا کہ:

"یہ واقعہ قرآن شریف میں نہیں، تورات میں ہے اور وہیں سے ہماری کتابوں میں درج کر دیا گیا ہے اور اسی کو مودودی جیسے مفسر عام کرتے چلے آ رہے ہیں تاکہ سوچ سمجھ سے کام لینے والے طالب علم اسلام سے برگشتہ ہو جائیں"......

میں نے رسائل و مسائل مذکورہ جواب میں ایسے اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد ان کا مفصل جواب دیا تھا۔

(غ - ع)